Fikr-o-Nasar (Islamabad) 46:1,2 (2008)

پروفیسر ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی کی یاد میں

ڈاکٹر احسان الحق

ختمی مرتبتﷺ کی ایک حدیث ہے: "**ألارواحُ جنود مجنّدة. فما تعارف منها إستلف و ما تناكر منها اختلف**،، کہ روحیں خدا کے ترتیب دیے ہوئے لشکر ہیں۔ جب وہ آپس میں متعارف ہوتی ہیں تو مانوس ہو جاتی ہیں اور جب وہ اجنبیت محسوس کرتی ہیں تو ایک دوسرے سے دُور ہو جاتی ہیں۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی سے مجھے کچھ ایسی ہی روحانی مناسبت تھی۔ یہ روحانی مناسبت نسل، رنگ، علاقہ، زبان وغیرہ کے امتیازات سے بلند تر ہوتی ہے۔ مانوس روحیں ایک دوسرے کے قرب سے آسودہ ہوتی ہیں اور یہ قرب حیاتِ دنیوی سے آگے بڑھ کر حیات اخروی تک پھیلتا چلا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے میرا نیاز مندانہ تعلق کم و بیش دس سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ اُن کی سب سے بڑی خوبی، اُن کی نرم گفتاری، مثبت سوچ اور اعلیٰ اخلاق تھا۔ کبھی کسی کی دل آزاری نہ کرتے۔ ان کی مجالس میں میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں سنی۔ ان کے تعلقات مشرق و مغرب میں ہزاروں بارسوخ، پڑھے لکھے انسانوں سے تھے مگر ان تعلقات کا غرہ انہیں کبھی نہیں رہا۔ لوگوں کے کام کر دیتے۔مگر ان سے کوئی جوابی توقع وابستہ نہ کرتے۔ دوستوں کی کمزوریوں کی اس نیک نیتی سے تاویل کرتے کہ وہ ان کی خوبی محسوس ہونے لگتی۔ بے شمار مختلف الطبائع، مختلف المزاج لوگوں سے اس طرح تعلق رکھتے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ ان سے تعلق پر نازاں ہوتا۔ تعلقات سے زیادہ ''تعلق'' پر یقین رکھتے کہ تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ''تعلق'' کو بقا ہوتی ہے۔ جامعہ کراچی اسٹاف ٹاؤن میں ان کا گھر مرجع خاص و عام تھا۔ دسترخوان وسیع تھا۔ جامعہ کے نچلے اسٹاف سے لے کر شیخ الجامعہ تک حاضری کا شرف پاتے۔ آپ کے گھر پر ہفتہ وار درس حدیث کی نشست نہایت پابندی سے ہوتی۔ مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب تقریباً دس سال کم و بیش یہ درس دیتے رہے۔ اس درس میں جنگ کے معروف کالم نگار مشتاق قریشی صاحب، ڈاکٹر منظور قریشی، مولانا کے فرزند ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی، اور یہ خاکسار پابندی سے شریک ہوتے۔ ہر درسی نشست کے بعد ہلکی پھلکی ضیافت کا اہتمام ہوتا اور مہینہ میں ایک آدھ دفعہ عشائیہ کا انتظام۔

ڈاکٹر صاحب نے اُردو ادب میں تنقید نگاری کے علاوہ سرکار رسالت مآبﷺ کی محبت میں سیرت نگاری اور نعتیہ تنقید کے فن کو بھی جلا بخشی۔ اور یہ واضح کیا کہ نعت کہنے کے آداب اور نزاکتیں

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　http://iri.iiu.edu.pk/

کیا ہیں اور نعت لکھنے اور کہنے میں مقامِ رسالتؐ کے تقاضوں کو کسی طرح ملحوظ رکھا جانا چاہیے۔ آپ کے یہ مضامین کراچی کے مشہور مجلّہ ''نعت رنگ'' اور دیگر رسالوں میں چھپتے رہے۔

حوصلہ افزائی

حوصلہ افزائی ڈاکٹر صاحب کی ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ ہمیشہ طلبہ کی اور دیگر اہل علم کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ میں نے اُردو عربی کے لسانی رشتوں پر کام کیا جس میں ڈاکٹر صاحب میرے ممتحن تھے اور نہ نگران۔ اس کے باوجود ایک ماہر لسانیات کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب نے میرے پورے مقالہ کو پڑھا اور جگہ جگہ اصلاح فرمائی، بعض جگہ پورے پورے پیراگراف اپنی پنسل سے تحریر کیے۔ اور میری یوں حوصلہ افزائی فرمائی کہ ''ہند و پاک میں اس موضوع پر جتنے ممکنہ مصادر تھے، اُن تک تم نے رسائی حاصل کی۔ اس لیے یہ اچھی تحقیق شمار ہوگی۔ کاش میں یہ حوصلہ افزائی سننے کے ساتھ ساتھ لکھوا بھی لیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

لطیف حسِ مزاح

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت لطیف حس مزاح سے نوازا تھا۔ مجھے جامعہ کراچی کی جامع مسجد کی مسجد کمیٹی میں آپ کے ساتھ تقریباً پانچ سال تک سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ مسجد کمیٹی کی میٹنگ ہمیشہ آپ کے گھر منعقد ہوتی اور اختتام آپ کی پرخلوص تواضع پر ہوتا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ بحیثیت سیکرٹری کبھی تم بھی اپنے گھر میٹنگ بلا لیا کرو، پھر ایک وقفہ کے ساتھ کہنے لگے مگر تم نہیں بلاؤ گے کیوں کہ:

''چشم مورو، پائے مارو، نان ملا کس نہ دید''

چیونٹی کی آنکھ، سانپ کے پاؤں اور مولوی کی روٹی کسی نے نہیں دیکھی۔

یہ بات کچھ اس انداز سے فرمائی کہ دونوں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ میں نے کہا۔ ڈاکٹر صاحب اس تبصرہ کے بعد ممکن نہیں کہ میٹنگ میرے گھر نہ ہو۔ چنانچہ کچھ میٹنگوں کا انعقاد میرے گھر پر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے صدارت فرمائی اور یوں اس خاکسار کی عزت افزائی کی۔

ایک دفعہ برونائی (دارالسلام) کانفرنس میں جا رہا تھا۔ کانفرنس کے لیے مقالہ، شرکت کے لیے دعوت نامہ وغیرہ کا احتیاطاً کسی سے ذکر نہیں کیا۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب سے میں اس قسم کی علمی مہمات راز میں نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ جب ٹکٹ ہو گیا اور سفر سے ایک دن پہلے میں نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا

کہ میں کل برونائی جا رہا ہوں تو فرمانے لگے۔ یہ کیسے ہو گیا۔ تم نے مجھے بتایا نہیں۔ پھر فرمانے لگے کوئی بات نہیں یہ مولویانہ مکر تھا جو تم سے سرزد ہو گیا۔ پھر اس سفر کے بارے میں راہنمائی فرمائی اور کہا کہ برونائی اور ملائشیا میں اس قدر رطوبت (Humidity) ہوتی ہے کہ ایک آدھ میل سیر (Walk) کرنے کے بعد آدمی کے کپڑے پسینہ میں تر ہو جاتے ہیں اور جسم دردوں سے بے حال ہو کر یوں ہو جاتا ہے کہ جیسے اسے کسی نے واشنگ مشین میں ڈال کر جھنجھوڑ دیا ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے موسم اور رطوبت کا جو نقشہ کھینچا تھا۔ راقم کی جسمانی کیمسٹری عین اس کے مطابق تھی۔ برونائی (دارالسلام) کو ویسا ہی پایا جیسا ڈاکٹر صاحب نے بتایا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نہایت بلند حوصلہ، پُرعزم لیکن حساس انسان تھے۔ عہدوں اور مناصب سے ہمیشہ دُور بھاگتے۔ کہ ان میں چھپی ہوئی غلامی ان کی آزاد طبیعت سے مناسبت نہ رکھتی تھی۔ اسی وجہ سے سچی بات اور حق بات کہنے میں انہیں کبھی کوئی خوف لاحق نہ ہوتا۔ قابل ذکر یہ ہے کہ جس پر آپ تنقید کرتے وہ برا منانے کی بجائے آپ کا گرویدہ ہو جاتا کیوں کہ اس تنقید کے پس پردہ آپ کا کوئی منفی جذبہ نہ ہوتا بلکہ دل دردمند ہوتا اور یہی درمند دل دوسروں کا دل جیت لیتا۔

سرکارِ رسالت مآب ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ جب بھی موقعہ ملتا، عمرہ ادا فرماتے اور مدینہ پاک روضۂ رسولؐ پر حاضری دیتے۔ اواخر عمر میں یہ شوق زیادہ ہو گیا۔ خاکسار کو مدینہ شریف میں بھی ڈاکٹر صاحب سے ملنے کا موقعہ ملا۔ اس زمانہ میں ان کے فرزند ابو احمد عاکف ڈائریکٹر حج تھے۔ ڈاکٹر صاحب عام حجاج کے ساتھ ایک بلڈنگ میں قیام پذیر تھے۔ اپنے لیے کسی امتیاز اور اہتمام کے قائل نہ تھے۔ حضورؐ سے محبت، ان کے نعتیہ کلام کے ہر مصرعہ سے ظاہر ہے اور ''اسوۂ رسولؐ قرآن کے آئینہ میں'' میں وزارتِ مذہبی امور پاکستان سے انعام کی مستحق ٹھہری۔ غرض یہ کہ یہ عاشق رسولؐ، پیکرِ تسلیم و رضا، گنجینۂ علم و معرفت، مجسمہ تواضع و انکساری، محافظ روایت و اقدارِ انسانی ۱۵ر مئی ۲۰۰۸ء کو ہم سے جدا ہو گیا۔ اس لیے کہ بقا صرف اسی ہستی کو ہے جو خیر کے یہ پھول کھلاتی ہے۔ کچھ وہ ہیں جو رزقِ خاک ہو کر خاک کی نذر ہو جاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی خوشبو دیر تک انسانیت کے مشامِ جاں کو معطر کیے رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی انہی ہستیوں میں سے ہیں:

سب کہاں، کچھ، لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہو گئیں

☆☆☆☆☆